REASONS FOR JURISPRUDENTIAL DIFFERENCES AND ITS ETIQUETTES

فقہی اختلاف کی وجوہات اور اس کے آداب

Dr Altaf Hassan. ASST PROFESSOR DHA CSS SKBZ College karachi . Email: altafskbz@yahoo.com

Aziz ur Rehman Saifee, Assistant Professor, Dept. of Arabic, University of Karachi email: azizsaifee@gmail.com

ABSTRACT:

Jurisprudence is in fact, the knowledge of Islamic law, its importance cannot be denied, because the Qur'an and Hadith contain clear instructions on the need and importance of jurisprudence per religion. Therefore, under the will of Allah, the scholars of jurisprudence in every age have rendered great services in the field of jurisprudence. There has always been a difference of opinion among the jurists in interpreting the jurisprudential laws in the light of the Qur'an and Sunnah and in their practical application according to the needs of the times. The books of jurisprudence are full of these jurisprudential differences. As a result of which some gentlemen either turn away from the scholarly efforts of the scholars or reopen the door of modern ijtihad, because the stock of jurisprudence cannot be ignored, so it is necessary to clarify the real reasons, causes and etiquettes of these jurisprudential differences in order to save the Ummah from intellectual confusion. This difference was also present in the time of Prophet (pbuh) and is often seen in later times. This difference of opinion among the jurists is a blessing of Allah and a great legal jurisprudential capital, which has given the ummah a great deal of openness and ease in the Shari'ah. Therefore, it is a misunderstanding to consider jurisprudential differences as defects or contradictions in religion.

KEYWORDS: *Jurisprudential, Differences, Etiquettes.*

قوموں کی زندگی میں تہذیبی سفر ہمیشہ جاری رہتا ہے اور اس سفر کے دوران وہ مختلف نشیب و فراز سے گزرتی ہیں۔ اگر کسی بھی منظم قوم کے تہذیبی سفر کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو ادوار سے ضرور گزرتی ہے۔ ایک تاسیسی دور (Establishment period) اور دوسرا تشریحی دور (Interpretive period)۔ تاسیسی دور بنیادی افکار و نظریات کا دور ہوتا ہے۔ جس میں افرادِ معاشرہ کی فکری و نظری رہنمائی کی جاتی ہے جبکہ تشریحی دور تطبیق اور عملی ہوتا ہے۔ جس میں بنیادی افکار و نظریات کے مطابق معاشرتی، معاشی اور سیاسی عمل داری کو یقینی بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس طرح قومیں اپنے تہذیبی وجود کو نقطۂ کمال تک پہنچاتی ہیں۔ اسی طرح اسلام کا بھی ایک تاسیسی دور ہے اور دوسرا تشریحی دور ہے۔ تاسیسی دور بنیادی عقائد و نظریات کا دور ہے۔ اس کی اپنی ضروریات اور دائرہ کار ہے، جبکہ تشریحی دور اسلام کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظام کے استحکام کا دور ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر دور کی اپنی ضروریات ہیں اور اس کے کچھ تقاضے بھی ہیں۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ جب بھی تشریحی دور کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے قوانین کو بنیادی افکار کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی تو اس میں تشریح، تطبیق، تاویل اور توجیہ کا مرحلہ ضرور پیش ہوگا اور اس مرحلے میں فکری و نظریاتی اختلاف بھی ضرور سامنے آئے گا۔ یہی وہ اختلاف ہے جو ہمیں فقہاء کے درمیان نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اختلاف دورِ نبوت میں بھی موجود تھا اور بعد کے زمانوں میں بھی بکثرت نظر آتا ہے اور تا قیامت یہ اختلاف موجود رہے گا۔ دراصل یہ اختلاف اختلافِ طبائع و فہم اور اختلافات زمانہ کا لازمی نتیجہ ہے اور اسلامی معاشرے کی خوبصورتی ہے۔ فقہاء کرام کا یہ اختلاف اللہ کی ایک نعمت اور عظیم قانونی فقہی سرمایہ ہے، جس نے امت کے لئے شریعت میں انتہائی کشادگی اور آسانی عطا کی ہے۔ چنانچہ فقہی اختلاف کو دین میں نقص یا تناقض تصوّر کرنا کج فہمی (Misunderstanding)

ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب دو صحابہ کرامؓ کی اجتہادی رائے کسی قرآنی حکم کی تاویل و توجیہ میں مختلف ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود ہر ایک کو اپنی رائے پر قائم رہنے کی سندِ جواز عطا کرتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا مقصد اس طرح کے اختلافات کو مٹانا نہیں بلکہ اسے درست اور صحیح مقام عطا کرنا ہے۔ بات کیونکہ فقہی اختلاف کے بارے میں ہے ،چنانچہ سب سے پہلے فقہ کو جاننا ضروری ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فقہ کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں۔

'' الفقہ معقول من منقول'' (۱) منقول(کتاب وسنت) سے معقول(استنباط)کا نام فقہ ہے۔

علامہ عبدالوہاب خلاف نے فقہ کی تعریف اس طرح کی ہے:'' هو العلم بالاحكام الشرعيه العمليه المكتسب من ادلتها التفصيليه او هومجموعۃالاحكام الشرعيۃ العمليۃ المستفادة من ادلتها التفصيليۃ''(۲) فقہ نام ہے شرعی عملی احکام کا جو ان کے تفصیلی دلائل سے مستنبط ہوں۔ فقہ دراصل اسلامی قوانین کا علم ہے اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں تفقہ فی الدین کی ضرورت واہمیت پر واضح ارشادات موجود ہیں۔ چنانچہ اللہ کی مشیت کے تحت ہر دور میں علماء وفقہاء نے فقہ کے میدان میں عظیم خدمات پیش کی ہیں۔ فقہی قوانین کی قرآن وسنت کی روشنی میں تشریح اور زمانے کی ضروریات کے مطابق عملی تطبیق میں فقہاء کرام میں ہمیشہ اختلاف موجود رہا ہے اور کتبِ فقہ ان فقہی اختلافات سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ فقہی اختلافات بعض اوقات مسلم اذہان پر ناگوار اثرات چھوڑ جاتے ہیں جس کے نتیجے میں بعض حضرات یا توفقہاء کی علمی کاوشوں پر خطِ تنسیخ پھیر دیتے ہیں یا از سر نو جدید اجتہاد کا دروازہ کھول لیتے ہیں۔ کیونکہ فقہی ذخیرے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا چنانچہ ضروری ہے کہ امت کو فکری انتشار سے بچانے کے لئے ان فقہی اختلافات کی اصل وجوہات، اسباب اور اس کے آداب کو واضح کیا جائے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہر زمانے کی ضروریات مختلف ہیں۔ مسائل ان گنت اور لامحدود ہیں جبکہ ادلّہ اور نصوص محدود ہیں۔ اس لئے استنباط واجتھاد ناگزیر ہے استنباط واجتہاد انسانی فہم وفراست پر مبنی ہے جس کا لازمی نتیجہ اختلاف ہے چنانچہ یہ اختلاف ضرور تاً ہر دور میں موجود رہا ہے۔ فقہاء کے درمیان اختلافات سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ علامہ جرجانیؒ فرماتے ہیں حق کے اثبات اور باطل کے ابطال کے لئے دو فریقوں کے درمیان جو بحث ومباحثہ ہو اس کا نام اختلاف ہے''(۳)۔ قرآن وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف تین طرح کا ہے۔

۱۔ اختلافِ مذموم: قرآنِ کریم اور سنتِ نبوی سے واضح طور پر ثابت شدہ اصول وکلیات سے اختلاف، اختلافِ مذموم کہلاتا ہے۔ یہ اختلاف شرعی طور پر ممنوع ہے۔ اس اختلاف کا محرّک بنیادی طور پر تین اسباب ہیں۔ اتباعِ شھوات، اتباعِ شبہات، اتباعِ رسم ورواج ۔ اسلامی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہی تین اسباب کی وجہ سے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہوا اور امت فرقوں میں تقسیم ہو گئی۔

۲۔ اختلافِ محمود: قرآن وسنت کے منکرین سے اختلاف، اختلاف محمود کہلاتا ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں ایسے لوگوں سے اختلاف کرنا شرعی طور پر جائز اور ایمان کا تقاضہ ہے

۳۔ اختلاف مباح: اس سے مراد وہ اختلاف ہے جو صحابہ کرام ائمہ مجتہدین اور فقہا کے درمیان اجتہادی مسائل میں واقع ہوا ہے۔ یہ اختلاف مباح اور جائز ہے۔ فقہاء کرامؒ کے درمیان جو اجتہادی اور غیر منصوص مسائل میں اختلاف رہا ہے وہ اختلاف مباح ہے۔ ایسا

اختلاف شرعی طور پر درست ہے، چنانچہ یہی ہر دور میں موجود رہا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں "اگر کوئی مسئلہ کسی مسلمان کو در پیش ہو، اگر اس کا حکم شریعت میں صراحتاً یادلالۃً موجود ہو تو اس کی اتباع کرنی چاہئے ورنہ اجتہاد کے ذریعے حق بات معلوم کرنی چاہیے"(۴)۔ یعنی غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کرنا چاہیے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب اجتہاد ہوگا تو وہاں پر امکانی طور پر خطاو ثواب بھی پایا جائے گا اور اختلاف بھی سامنے آئے گا۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں "جس مجتہد سے خطائے اجتہادی ہو وہ اجر کا مستحق ہے کیونکہ اس کا ارادہ حق بات تک پہنچنا تھا کیونکہ وہ دلیل کی بنیاد پر حکم لگاتا ہے"(۵)۔ ذخیرۂ احادیث میں اس طرح کے اجتہاد کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً "دور نبوی ﷺ میں دو صحابی سفر پر تھے، جب نماز کا وقت آیا تو پانی میسر نہ تھا۔ اس لئے دونوں نے تیمّم فرمایا اور نماز ادا کرلی، لیکن ابھی وقت باقی تھا کہ پانی میسر آگیا۔ ان میں سے ایک صحابی نے وضو کرکے نماز دوبارہ پڑھ لی جبکہ دوسرے صحابی نے نماز نہیں دہرائی۔ جب یہ دونوں واپس مدینہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماجرہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے دونوں کی تصویب فرمائی۔ جنہوں نے نماز نہیں دہرائی ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے سنت کے مطابق عمل کیا اور تمہارے لئے وہ نماز کافی تھی اور جن صحابی نے نماز دہرالی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں دوگنا اجر ملے گا"(۶)۔ مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ فقہاء کا اختلاف اجتہادی اور غیر منصوص مسائل میں ہے۔ قرآن وسنت سے یہ اختلاف متصادم نہیں ہے۔ اس میں خطاوصواب کا احتمال موجود ہے۔ جس کی رائے درست ہوگی اسے دوہرا اجر ملے گا جبکہ جو خطاپر ہوگا وہ بھی اجر سے محروم نہیں رہے گا۔ اب رہی یہ بات کہ ان اختلافات کا سبب اور وجوہات کیا ہیں؟ تو فقہی اختلافات کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ درج ذیل وجوہات کی وجہ سے یہ اختلافات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

۱۔ فہم نصوص کی وجہ سے اختلاف: نص سے مراد قرآن وحدیث ہیں جو کہ شریعت کے بنیادی مصادر ہیں۔ فقہی اختلافات کی سب سے اہم وجہ نص فہمی میں اختلاف ہے۔ نص فہمی میں اختلاف صحابہ کرامؓ کے درمیان خود آپ ﷺ کے عہد میں ہی ظاہر ہونے لگا تھا۔ جس کے نتیجے میں بعد میں حجازی مکتبِ فکر امام مالکؒ کی امامت میں ظاہر ہوا اور دوسرا عراقی مکتبِ فکر امام ابو حنیفہؒ کی امامت میں نمایاں ہوا۔ کتبِ فقہ میں نص فہمی کے اختلاف پر مبنی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف جنگ کے حوالے سے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان اختلاف اسی نوعیت کا تھا۔ جب اسلامی سلطنت وسیع ہوئی تو یہ اختلاف مزید وسیع ہوتا چلا گیا۔ نص فہمی کا اختلاف درج ذیل وجوہات کی بنیاد پر پیش آتا ہے۔

۱۔ نصوص کا غیر متعین ہونا۔ ۲۔ نصوص میں استعمال شدہ الفاظ کا مشترک ہونا ۔۳۔ نصّ میں موجود لفظ سے مراد لغوی معنی ہیں یا شرعی۔ ۴۔ نصّ میں بیان شدہ حکم عام ہے یا خاص۔ ۵۔ استعمال شدہ لفظ سے حقیقت مراد ہے یا مجاز۔ ۶۔ نصّ میں موجود قید اتفاقی ہے یا احترازی۔ ۷۔ نصّ کے بیان کردہ حکم سے حرام مراد ہے یا مکروہ۔ ۸۔ نصّ کے حکم سے وجوب ثابت ہوتا ہے یا سنت و استحباب۔ ۹۔ نصّ میں امر کا صیغہ وجوب کے لئے ہے یا استحباب کے لئے۔ ۱۰۔ نصّ میں موجود کلمہ کی تخصیص کس بنیاد پر ہوگی؟ ۱۱۔ نصّ سے مستنبط علّت اور اس پر مبنی احکام میں اختلاف ۔ ۱۲۔ نصّ پر زیادتی نسخ شمار ہوگی یا نہیں۔ ۱۳۔ تعارض وترجیح میں اختلاف۔ ۱۴۔ حرام ومباح میں تعارض کی صورت میں کس کو ترجیح دی جائے۔

۱۵۔ مفہومِ مخالف قابلِ استدلال ہے یا نہیں۔ یہ وہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے عموماً اختلاف ہوتا ہے۔

۲۔ نوعیّتِ نصوص کی وجہ سے اختلاف: فقہی اختلاف کی دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ وہ نصوص جن سے احکام صادر ہوتے ہیں ان کی نوعیت مختلف ہے چنانچہ ان سے ثابت شدہ احکامات میں بھی اختلاف ہوتا ہے ۔ نصِّ اوّل قرآنِ مجید قطعی الثبوت ہے مگر اس کے برعکس احادیث میں بہت کم احادیث ایسی ہیں جو قطعی الثبوت ہیں۔ اکثر احادیث ثبوت کے اعتبار سے ظنّی الثبوت ہیں، جس کی بناپر حجیتِ حدیث کا سوال کھڑا ہوا۔ دورِ صحابہؓ و تابعینؒ میں حدیث کی روایت اور ان سے استدلال کا عمل جاری رہا۔ جب وضعِ حدیث کا فتنہ برپا ہوا تو جرح و تعدیل کے اصول وضوابط طے ہوئے۔ روایت کے ساتھ ساتھ درایت پر بھی نقد کیا گیا۔ اس کے نتیجے میں مختلف نوعیت کی احادیث سامنے آئیں، مثلاً حدیثِ صحیح، حسن، ضعیف، موضوع، متواتر، مشہور اور غریب وغیرہ۔ اس طرح حدیث کی درجہ بندی سامنے آئی۔ اس درجہ بندی کے لئے جو اصول طے ہوئے ان میں بھی اختلاف سامنے آیا چنانچہ جب فقہاء نے ان مختلف انواع کی احادیث سے احکام حاصل کیے تو ان میں بھی اختلاف ظاہر ہونے لگا۔ یعنی جب کسی حدیث کی صحت وعدم صحت کے بارے میں اختلاف ہوگا تو اس سے ثابت شدہ احکامات میں بھی اختلاف ہوگا۔ کتبِ فقہ اس طرح کے اختلافات سے بھری ہوئی ہیں۔

۳۔ نصّ کی عدم موجودگی کی وجہ سے اختلاف: فقہی احکامات میں اختلاف کی تیسری بنیادی وجہ یہ ہے کہ نص ہی موجود نہیں ہے یعنی قرآن وسنت کسی پیش آنے والے مسائل کے بارے میں خاموش ہیں۔ ایسی صورتحال میں فقہاء نے بنیادی طور پر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ثبوتِ احکام کے لیے قیاس واجتہاد سے کام لیا جائے گا۔ قیاس واجتہاد وہ میدانِ عمل ہے جس میں اختلاف کی بہت گنجائش ہے۔ چنانچہ جب اجتہاد کی بحث شروع ہوئی تو اس کی مزید تین قسمیں سامنے آئیں۔

۱۔ تحقیقِ مناط: (جزیئات میں علّت کی تلاش) ۲۔ تنقیحِ مناط: (ممکنہ علّتوں میں سے کسی علت کی کسی وصفِ خاص کی وجہ سے تعین کرنا) ۳۔ تخریجِ مناط: (غیر منصوص علّت کا اجتہاد کے ذریعے استنباط کرنا) قیاس واجتہاد کے لئے علّت ضروری ہے۔ علّت کی تلاش، تعیین اور استنباط کرنے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ چنانچہ نتیجتاً ان سے ثابت شدہ احکام میں بھی اختلاف واقع ہوا ہے۔ اس حوالے سے بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ ربوٰالفضل میں اختلاف اسی اجتہادی اختلاف پر مبنی ہے، جس کا تفصیلی تذکرہ کتبِ فقہ میں موجود ہے۔ حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک بیوہ حاملہ عورت کی عدت ولادت تک تھی اور غیر حاملہ کی چار مہینے دس روز، حضرت علی اور عبداللہ بن عباسؓ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ ولادت اور چارماہ دس دنوں میں سے جو مدت طویل ہو وہ عدتِ وفات ہوگی۔ حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک مطلقہ عورت کی عدت تیسرے حیض کے غسل کے بعد پوری ہوتی تھی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک تیسرا حیض شروع ہوتے ہی عدت پوری ہو جاتی تھی، اسی طرح حضرت ابو بکر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ باپ کی طرح دادا بھی سگے بھائیوں کو میراث سے محروم کردے گا، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس سے اختلاف تھا۔ اس طرح کے بیسیوں اختلاف عہدِ صحابہ میں موجود تھے، کتبِ فقہ اور خاص کر شروحِ حدیث ان کی تفصیلات سے بھری پڑی ہیں۔

اس کے علاوہ اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اجماع کی حجیت میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات اجماع کو حجّت تسلیم نہیں کرتے، جبکہ بعض دیگر حضرات اہل مدینہ کے اجماع کو حجت قرار دیتے ہیں۔ بعض حضرات خلفائے اربعہ کے اجماع کو حجّت قرار دیتے ہیں اور بعض قرار نہیں دیتے۔ چنانچہ اس اختلاف کا اثر احکامات پر بھی پڑتا ہے کہ ان میں بھی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ فقہاء نے مصادرِ اربعہ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کے ساتھ ساتھ دیگر مصادر کو بھی ثانوی شرعی مصدر قرار دیا ہے، مثلاً استحسان، استصلاح، مصالحِ مرسلہ، عرف و عادت، استصحاب، سدِّ ذرائع، قولِ صحابی، اور سابقہ شرائع وغیرہ۔ جب ان پر بحث ہوئی تو بعض فقہاء نے ان میں سے کچھ کو حجت تسلیم کر لیا اور کچھ کو تسلیم نہیں کیا، چنانچہ یہ اختلاف بھی فقہی اختلاف کا سبب بنا۔

خلاصہ یہ کہ اصول و نظریات میں ائمہ فقہ کے درمیان دلائل اور مقاصدِ شریعت کی بناء پر اختلافات ہوئے ہیں اور ان کے اثرات جزوی فروعی مسائل پر بھی پڑے ہیں۔ اس پوری بحث سے یہ بات واضح ہے کہ فقہاء و مجتہدین کے درمیان اختلاف ذاتی نوعیت کا نہیں تھا بلکہ وہ سراسر علمی اختلاف تھا۔ دوسری بات یہ کہ ان اختلافات کا تعلق ان مسائل سے ہے جس میں شریعت کا کوئی قطعی اور تفصیلی حکم موجود نہیں ہے۔ اس طرح کے اختلافات دورِ نبوی ﷺ، دورِ صحابہؓ و تابعینؒ اور بعد کے زمانوں میں بھی موجود رہے ہیں اور تا قیامت ہمیشہ رہیں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اختلافات کے حدود و ضوابط اور آداب کا لحاظ رکھا جائے تاکہ اختلاف رائے ذاتی نوعیت اختیار نہ کرے اور تفریق کا باعث نہ بنے۔ درج ذیل حدود و ضوابط اور آداب کو ذہن میں رکھا جائے تو یہ اختلاف یقیناً رحمت ثابت ہوں گے۔ ۱۔ فقہاء کا اختلاف صرف غیر منصوص احکامات میں ہے۔ ۲۔ فقہاء کا اختلاف صرف اجتہادی مسائل میں ہے۔ ۳۔ مختلف فیہ مسائل کی حیثیت عموماً جزوی اور فروعی ہوتی ہے۔ ۴۔ یہ حق و باطل کا اختلاف نہیں ہے بلکہ افضل و غیر افضل، راجح و غیر راجح کا ہے۔ ۵۔ علمی اختلاف کا جواب صرف علمی جواب ہی ہو سکتا ہے۔ ۶۔ فقہاء کے اجتہادات مسلمانوں کے لیے فقہی ذخیرہ اور علمی سرمایہ ہیں، تفریق کا باعث نہیں ہیں چنانچہ اسے تفریق کا باعث نہ بنایا جائے۔ ۷۔ عوام النّاس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی مستند عالم دین کی رائے پر عمل کریں۔ ۸۔ اختلافی مسائل میں رواداری، ادب و احترام کو ملحوظ رکھا جائے۔ فقہی تاریخ میں اس کی بہترین مثالیں موجود ہیں۔ ۹۔ جدید مسائل میں اجتماعی طریقہ کار اختیار کیا جائے۔

اجتہادی غیر منصوص مسائل میں سلف کا طرزِ عمل امت کے لیے بہترین مثال ہے۔ ابن عبد البر اپنی کتاب جامع بیان العلم میں امام لیث بن سعدؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں ''ما برحوا اولوا الفتویٰ یفتون ،فیحلّ ہذا و یحرّم ہذا ، فلا یری المحرّم ان المحلّ ہلک لتحلیلہ ولا یری المحلّ ان المحرّم ہلک لتحریمہ۔(۷) یعنی فتوی دینے والے حضرات ہمیشہ سے فتوی دیتے آرہے ہیں چنانچہ وہ ایک چیز کو حلال قرار دیتے ہیں اور دوسری چیز کو حرام، مگر ان میں سے کسی نے یہ نہیں سمجھا کہ حلال قرار دینے والے تباہ ہوں گے، اسی طرح کسی نے یہ خیال نہیں کیا کہ حرام قرار دینے والے تباہ ہوں گے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہی وجہ ہے کہ علمائے حق مسائلِ اجتہاد میں تمام اربابِ افتاء کے فتوؤں کو جائز سمجھتے ہیں اور قضاۃ کے فیصلوں کو تسلیم کرتے آئے ہیں اور بسا اوقات اپنے مذہب کے خلاف بھی عمل کرتے ہیں (۸) چنانچہ اختلاف کے باوجود ان حضرات میں باہم جدل و نزاع، جذبۂ برتری یا دوسروں کے لیے تحقیر کی نیت ہرگز نہ ہوتی تھی'' امام ابو حنیفہؒ اہل مدینہ کے پیچھے نماز

ادا کرتے تھے جو بہت سے مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے تھے، امام شافعیؒ نے فجر کی نماز امام ابو حنیفہؒ کی قبر کے قریب پڑھی تو دعا قنوت نہ پڑھی اور کہا کہ مجھے اس قبر والے کی مخالفت کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے، امام ابو یوسفؒ نے پانی کے بعض مسائل میں امام مالکؒ کی رائے پر عمل کیا۔ (۹) اختلاف جھگڑے کا نام نہیں بلکہ عین دین ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ اختلاف ہو، اس لئے کہ اگر اختلاف نہ ہو تو بسا اوقات دین پر عمل کرنا ناممکن ہو جائے۔ وہ اسلام جو قیامت تک ایک آفاقی اور متحرک مذہب ہے، اس کی بنیاد ہی اختلاف پر ہے۔ ائمہ مجتہدین کے زمانے سے پہلے صحابہ کرامؓ کا اختلاف اس کی واضح دلیل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ تدوینِ فقہ، مولانا مناظر احسن گیلانی، ص ۳۱
۲۔ اصول الفقہ، عبد الوہاب خلاف، ص ۱۱
۳۔ کتاب التعریفات للجرجانی، حرف الخاء
۴۔ الرسالہ، امام شافعی، ص ۴۷۷
۵۔ فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۰/۳۰
۶۔ ابو داؤد، کتاب الطہارہ۔ باب فی المتیمم یجد الماء
۷۔ جامع بیان العلم ۲/۸۰
۸۔ الانصاف (اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ) ص ۹۲
۹۔ قاموس الفقہ ج ۲ ص ۵۵

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.